مدینۃ المسیح

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھیرہ سے۔ مولوی جلال الدین صاحب و مولوی ظفر اسلام صاحب تبلیغی دورہ سے واپس آگئے ہیں۔ مولوی جلال الدین صاحب کو عارضی طور پر مدرسہ احمدیہ میں بطور استاد لگایا گیا ہے۔

جناب چودہری نصر اللہ خان صاحب ناظر اعلیٰ ایک ہفتہ کے لئے ڈسکہ ضلع سیالکوٹ تشریف لے گئے ہیں۔ ان کی جگہ ناظر اعلیٰ جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب مقرر ہوئے۔ اور افسر مقبرہ بہشتی مولانا مولوی سید سرور شاہ صاحب۔

خان بادشاہ صاحب خوست علاقہ کابل سے تشریف لائے

حضرت پیر منظور محمد صاحب مصنف قاعدہ یسرنا القرآن کی چھوٹی صاحبزادی حامدہ خاتون ۵ نومبر فوت ہوگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بہشتی مقبرہ میں دفن کی گئیں۔ احباب دعا مغفرت کریں۔

نظم

شہادت مولوی نعمت اللہ خان صاحب در سرزمین کابل

(از جناب ابوالبرکات مولوی غلام رسول صاحب راجیکی)

نعمت اللہ خاں کہ در راہِ خدا قرباں شد است
ہمچو پروانہ پئے شمع ہدیٰ قرباں شد است

عاشقِ جاناں برسمِ عاشقی خونیں کفن
چوں شہیداں بر دمِ تیغ وفا قرباں شد است

سرزمین کابل از خونش شدہ رنگین و سُرخ
چوں شہیدِ کربلا در کربلا قرباں شد است

در طریقِ جاں نثاری ثانیٔ عبد اللطیف
بے تعرض۔ ہاں بہ تسلیم و رضا قرباں شد است

گوسفندے بُود آں از گوسفندانِ مسیحؑ
برہ وار از جورِ گرگاں بیخطا قرباں شد است

از مدادِ خونِ خود بنوشت بر افقِ السماء
شاہدِ صدقِ مسیح المصطفےٰ قرباں شد است

احمدی بر احمدیت جان خود کردہ فدا
ہاں قتیلِ حبِّ احمدؐ مجتبےٰ قرباں شد است

معنیٔ تبلیغ حق از کاروبار او عیاں
فرضِ تبلیغ آنچناں کردہ ادا قرباں شد است

سنگہا بارید چوں باراں ز قوم سنگ دل
پارۂ ہر سنگ و خشت و خاک را در راہِ حق
لاشہ اش رنگین بخونِ منظرے با حالِ خود
شاہد صدقش ببیں احوال او در مقتلش
جاں فدا کردہ پئے تعمیلِ آں عہدِ الست
دل تپیدہ رفت در کابل پئے تبلیغ حق
آہ! وصد آہ!! ہیچ قدرش قوم او نشناختہ
نعمت اللہ نعمت حق بود بہرِ قوم خویش
در زمینِ کابل از ما چند قدوسی نژاد
اشتہار از خونِ خود در سرزمینِ سنگلاخ
بہر آں اعلانِ قرطاسی ندارد ہیچ سُود
یک تن از ما رفت در ہر عہدِ نو در ایں دیار
تابکے ظلم از شما اے ظالمانِ ایں دیار
در رہِ شاہِ رسولاں جانِ خود کردہ نثار
بدشگون است ایں چنیں سم مظالم از ملوک
در مقدر بود گو شاتان را ذبح عظیم
ایں چنیں است استقامت بر کرامت اے عزیز
مُردن اندر راہ مولا مے دہد صد ہا حیات

آہ! چوں عبد اللطیف آں حق نما قرباں شداست
بوسہا دادہ تنش از زخمہا قرباں شداست
مے زند بانگ از تعشق آشنا قرباں شداست
درمیانِ خاک و خوں بہرِ ہُدیٰ قرباں شداست
صادق اندر عہد آں قول بلیٰ قرباں شداست
از پئے ہمدردئی خلق خدا قرباں شداست
کاش دانستے کہ ہمدردش زما قرباں شداست
لیک از کفرانِ شاں گشتہ جدا قرباں شداست
رجم گشتہ یک بیک بر ابتدا قرباں شداست
آنچناں دادہ کہ ہر یک بر ملا قرباں شداست
زاں بخوں اعلان کردہ جانِ ما قرباں شداست
آہ! از ظلمِ حکومت بے خطا قرباں شداست
آہ! از ظلم شما یک یک فدا قرباں شداست
ہاں پئے دینِ محمد مصطفیٰ قرباں شداست
شد تبہ گر دو بظلمش گرگدا قرباں شداست
لیک دل شاد است ہر یک ہدیٰ قرباں شداست
حبذا جانِ شہیداں در وفا قرباں شداست
اے خنک جانے کہ در راہِ خدا قرباں شداست

اخبار "سیاست" کی دروغ بیانی

مُباحثہ اہرانہ کے متعلق

اخبار سیاست ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں "مرزائیوں کا فرار" کے ہیڈنگ سے بابو محمد جان چھاؤنی جالندھر کی طرف سے ایک مضمون چھپا۔ جس میں لکھا تھا:۔

"موضع اہرانہ ضلع ہوشیارپور میں مولوی مسلم صاحب کا مولوی ناصر الدین والا دین احمدی مولویوں سے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر مباحثہ ہوا۔ جس میں بصورت اثبات ایک ہزار روپیہ انعام و الا ایک ہزار روپیہ تاوان کا معاہدہ ہوا جبکہ مرزائی مولوی علی الصبح بھاگ گئے۔ اور چودھری صوبے خان مرزائیت سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے۔ اور مسٹر شنکر داس ملازم فوج اور پیارے لعل راجپوت مولانا مسلم کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے"

اس خبر کا ایک ایسے اخبار میں شائع ہونا جس نے حق کی مخالفت و باطل کی اشاعت کا بیڑا اٹھا رکھا۔ اس کی بطالت کے لئے کافی ہے۔ ذیل میں اس مباحثہ کے پریزیڈنٹ صاحب کی جو کہ غیر احمدی ہیں۔ تحریر درج کی جاتی ہے۔ جس سے سیاست کے بیان کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

صاحب مذکور لکھتے ہیں:۔

موضع اہرانہ میں وفات عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی مباحثہ نہیں ہوا اور نہ کوئی ایک ہزار انعام اور نہ کوئی اقرار نامہ احمدیوں سے ہوا۔ اور نہ ہی احمدی میدان مباحثہ سے بھاگے۔ بلکہ ہمارے مولوی صاحب رحمت اللہ چلے گئے۔ اور شرائط کے خلاف کیا۔ ان کی اس حرکت کا یہ اُلٹا اثر ہوا۔ کہ موضع ٹھیانہ سے تین شخص احمدی ہو گئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ چودھری برکت علی۔ اقبال محمد۔ بلند خان اور موضع اہرانہ میں بھی ہلچل پڑی ہوئی ہے۔ پھر صوبے خان یہاں آیا نہ مرتد ہوا نہ مسلمان۔ اور نہ ہی کوئی ہندو مسلمان ہوا۔ پیارے لعل و شنکر داس بالکل فرضی نام ہیں۔ یہاں ارد گرد ہندو راجپوت نہیں ہیں۔ مضمون ۱۱ اکتوبر اخبار "سیاست" صریح جھوٹ ہے۔ جو بابو محمد جان جالندھری نے دیا ہے۔ میں حشمت علی خان غیر احمدی اس مباحثہ کا پریزیڈنٹ تھا۔ جو مولوی رحمت اللہ ملازم جمعیۃ العلماء دہلی اور احمدی مولویوں سے ہوا۔ میں نے اسوقت یہ فیصلہ سنا دیا۔ کہ جو فعل مولوی رحمت نے کیا ہے خلاف شرائط ہے۔

حشمت علی خان حوالدار پنشنر و عنایت علی خان

(نوٹ) ہم دونوں مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں۔

مباحثہ ہریہ میں احمدیت کی عظیم الشان فتح

جماعت سُنیہ کی طرف سے جناب مفتی غلام مرتضیٰ صاحب میانی مناظر تھے۔ اور جماعت احمدیہ کی طرف سے مولانا مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل مباحث تھے۔ ہر دو مناظروں کے پرچوں کی نقل کے لئے ایک ایک معاون تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و رحم سے حق کو غالب اور باطل کو مغلوب کیا۔ احمدیت کی یہ فتح ایسی بین تھی۔ کہ غیر مذاہب والے تو کجا کئی غیر احمدیوں نے بھی اعتراف کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کو حق کی قبولیت کے لئے کھولے۔

بالآخر ہم تمام اہل ہریہ کا عموماً اور چودھری غلام حیدر صاحب نمبردار اور میاں شاہ محمد صاحب اور دیگر معززین کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے پولیس سے بھی بڑھ کر امن قائم رکھا۔ اور ہر طرح خاطر و مدارات سے پیش آئے۔ حتیٰ کہ تمام احمدیوں کو بھی ایک وقت کھانا کھلایا جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

خاکسار حاجی جلال الدین پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ میانی

درخواست دعا

جناب چودھری فتح محمد خان صاحب سیال ایم اے کی والدہ صاحبہ بعارضہ بخار سخت بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے بھی دعا فرماویں۔

الفضل
(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)
یوم شنبہ۔ قادیان دار الامان - ۸ ر نومبر ۱۹۲۴ء

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا سفر یورپ

حالات لنڈن

(یہ حالات جناب بھائی عبد الرحمٰن صاحب کے خط سے مرتب کئے گئے ہیں۔ ایڈیٹر)

ویمبلے کی نمائش

۱۸ ر ستمبر ۱۹۲۴ء بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نمائش دیکھنے کیلئے ویمبلے تشریف لے گئے۔ اور رات کو بارہ بجے کے قریب واپس آئے۔ کھانا ۱۲½ بجے تناول فرمایا۔

ویمبلے میں ایک خاص محل ہے۔ جس میں تاریخی عجائبات دکھائے جاتے ہیں۔ اس کے اندر ایسی وسعت اور ترتیب ہے۔ کہ بیس بائیس ہزار آدمی اس محل میں مفت بیٹھ کر وہ حالات دیکھتے ہیں۔ باقی ٹکٹ والوں کا حساب الگ ہے۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جس محل میں بیس بائیس ہزار آدمی فراخی طور پر بٹھائے جاتے ہیں۔ ٹکٹ والے کس قدر وہاں جاتے ہوں گے۔

حضرت صاحب نے اول ٹکٹ کی کوشش کی کہ مل جاوے۔ تو جاکر ان تاریخی حالات کو دیکھیں۔ مگر کوئی ٹکٹ نہ مل سکا۔ جب یہ انتظام نہ ہو سکا۔ تو دوستوں نے کوشش کی کہ مفت والے حصہ میں جا بیٹھیں۔ مگر وہاں بھی جگہ نہ مل سکی۔ اور اندر نہ جاسکے مفت والے حصہ میں لوگ بہت کم جاتے ہیں۔ مگر وہ حصہ بھی بالکل پر تھا۔

جماعت لیگوس کے پریزیڈنٹ کے انتقال کی خبر

۱۹ ر ستمبر کو صبح کی نماز کے بعد پہلی خبر جو مجھے سے روتے روتے امام نیر صاحب نے فون کے ذریعہ سنائی۔ وہ بہت افسوسناک تھی۔ اور وہ یہ کہ لیگوس کے احمدیہ کمیونٹی کے پریزیڈنٹ فوت ہوگئے ہیں۔ ان کے اخلاص اور مالی خدمات کا امام نیر صاحب پر ایسا گہرا اثر تھا کہ وہ اس خبر کو سنکر رونے لگے۔ اور خبر دیتے وقت جو کہ میں نے فون پر سنی۔ کہا بھائی! معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہماری کوئی بڑی آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ ایسا ایک مخلص رکن جماعت احمدیہ لیگوس کے سر پر سے گذر گیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

کپڑے کی ارزانی

گیارہ بجے کے قریب حضور بازار تشریف لے گئے۔ اور گرم کپڑے والے کے ہاں گئے۔ بچوں کے کپڑوں کے لئے کچھ گرم کپڑا خرید فرمانا چاہتے تھے۔ کپڑا اسجگہ ارزان ہے۔ مگر مزدوری سلائی اور فیشن وغیرہ کی تیاری بہت گراں ہے۔ لہذا کپڑا یہاں سے خرید لینا اور تیار ہندوستان جاکر کرانا بہت سی کفایت کا موجب ہو جاتا ہے۔

احمدیہ مسجد میں جمعہ

حضور بازار سے واپس تشریف لائے اور کھانے سے فارغ ہو کر حضور جلد ہی احمدیہ مسجد پٹنی کو نماز جمعہ کیلئے تشریف لے گئے۔ اس مکان سے پٹنی کے سٹیشن تک جو پٹنی ایسٹ کہلاتا ہے۔ ساڑھے چار آنے ٹکٹ کے لگتے ہیں۔ اور پھر ایک ڈیڑھ میل پیدل بھی جانا پڑتا ہے۔ خطبہ جمعہ جب میں نے سنا۔ نہایت ہی زوردار تھا۔ اور جلالی رنگ تھا۔ اور ایک شوکت اور ہیبت ٹپکتی تھی۔ خلاصہ در خلاصہ یہ تھا کہ قومی خصوصیات اور سلسلہ کے امتیاز کو قائم کیا جائے۔ نہ کہ زمانہ اور فیشن کی رو میں خود بہ جائیں۔ خوراک۔ لباس اور امتیازی اخلاق کو ہرگز نہ چھوڑا جائے۔ خواہ اس کے لئے کتنی بڑی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔

ایک تجویز جو رد کردی گئی

کل دوپہر مسٹر شیلڈرک کی یہ تجویز حضرت کے حضور پیش کی گئی۔ کہ اس نے کہا ہے کانفرنس میں مضمون پڑھا جانے سے پہلے اگر حضور کا ایک انیشل وزٹ ویمبلے ہو جائے۔ تو حضور کی شہرت ہو جائیگی۔ اور اس نے بتایا۔ کہ اس امر کی اگر حضرت منظوری دیں۔ تو میں انتظام کر سکتا ہوں۔ حضور نے اس تجویز کو پسند نہ فرمایا۔ اور کہا۔ کہ میں یورپ میں اسلام کی اشاعت اور عزت کے قیام کے لئے آیا ہوں۔ نہ کہ اپنی ذاتی شہرت اور عزت کے لئے۔ میں پسند نہیں کرتا۔ کہ اس طرح میری شہرت ہو

سپرچولزم ہال میں لیکچر

شام کو آٹھ بجے سپرچولزم ہال میں حضور کا لیکچر تھا۔ پیکھم محلہ میں ریفارم ہال کے اندر حضور کا یہ لیکچر ہوا۔ جو حضور نے اپنے تیار کردہ مضمون میں سے انگریزی میں خود پڑھا۔ ایک گھنٹہ سے کچھ کم عرصہ میں ختم ہوا۔ سوسائٹی کے ممبروں نے ایک نو مسلم انگریز کو جس کا نام نوگر لیو اور وہ خواجہ صاحب کی پارٹی کا آدمی ہے۔ پریزیڈنٹ بنایا۔

نائجیریا کے دو احمدی

نائجیریا کے دو حبشی۔ ۲۰ ر ستمبر ۱۹۲۴ء کو حضرت کی ملاقات کو آئے جو حج سے واپس آرہے تھے۔ دونو احمدی ہیں۔ کھانا بھی حضرت کے ساتھ ہی کھایا۔ الحاج احمد اوگیوا موسیلی کنگسن پیلیس (خاندان شاہی کا ہے۔ اب احمدی ہوا) دوسرا مسٹر بکری ڈیشوا دشودی حاجی یہ دونوں اصحاب احمدی ہیں۔ حضور سے محبت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم نے تو لنڈن میں ہی قادیان پالی۔ مگر حضرت نے فرمایا! باوجود اسکے آپ کے لئے پھر بھی قادیان جانے کا خیال ضروری ہے۔ کیونکہ وہ پاک مقام خدا کے برگزیدہ نبی آخر الزمان کی بعثت کا مقام ہے اور برکات کا منبع اور فیوض کا سرچشمہ ہے۔ اسپر ان دونوں نے عرض کیا۔ کہ حضور ہمارے دلوں میں قادیان کی عزت عظمت اور محبت ہے۔ اور انشاء اللہ کبھی خدا موقعہ دے۔ تو ضرور قادیان دیکھیں گے۔

چودہری ظفر اللہ خان صاحب کی درخواست کابل جانے کے متعلق

چودہری ظفر اللہ خان صاحب نے جس درخواست کے ذریعہ اپنے آپ کو کابل میں جاکر تبلیغ کرنے کی غرض کے لئے پیش کیا۔ وہ حسب ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدنا و امامنا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری زندگی آج تک ایسی ہی گذری ہے۔ کہ سوائے اندوہ و ندامت کے اور کچھ حاصل نہیں۔ میں اکثر غور کرتا ہوں کہ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ سوائے روزی کمانے کے کسی اور کام کی فرصت نہ ملے۔ اور دنیا کے دھندوں میں پھنسا ہوا انسان طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا رہے۔ آج جو ایک خوش قسمت کے محبوب حقیقی کے ساتھ وصال کی خبر آئی تو جہاں دل میں ایک شدید درد پیدا ہوا۔ وہاں یہ بھی تحریک ہوئی کہ تمہارے لئے یہ موقع ہے کہ اپنی ناکارہ زندگی کو کسی کام میں لاؤ۔ اور اپنے تئیں افغانستان کی سرزمین میں حق کی خدمت کے لئے پیش کرو۔ پھر میں اچانک رکا۔ کہ کیا یہ محض میرے نفس کی خواہش نمایش تو نہیں۔ کہ اس یقین پر کہ مجھے نہیں بھیجا جائیگا۔ اپنے تئیں پیش کرتا ہے۔ اور میں نے اپنے ذہن میں ان مصائب اور مشکلات کا اندازہ کیا۔ جو اس رستہ میں پیش آئینگی۔ اور اپنے تئیں سمجھایا کہ فوری شہادت ایک ایسی سعادت ہے۔ جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ اور کیا تم محض اس لئے اپنے تئیں پیش کرتے ہو کہ جلتے ہی شہادت کا درجہ حاصل کرو۔ اور دنیا کے افکار سے نجات حاصل کرو۔ یا تمہارے اندر یہ ہمت ہے کہ ایک لمبا عرصہ زندہ رہ کر ہر روز اللہ تعالیٰ کے رستہ میں جان دو۔ اور متواتر شہادت سے منہ نہ موڑو۔ حضور انور میں کمزور ہوں سست ہوں نا تمام غلبہ ہوں لیکن غور کے بعد میرے نفس نے یہی جواب دیا ہے کہ اس

نمائش کے لئے نہیں۔ فوری شہادت کے لئے نہیں۔ دنیا کے افکار سے نجات کے لئے نہیں۔ بلکہ گناہوں کے لئے توبہ کا موقعہ مُیسّر کرنے کے لئے۔ اپنی عاقبت کے لئے ذخیرہ جمع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنے تئیں اس خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اگر مجھ جیسے نابکار گنہگار سے اللہ تعالیٰ یہ خدمت لے۔ اور مجھے یہ توفیق عطا فرمائے کہ میں اپنی زندگی کے بقیہ ایام انکی رضا کے حصول میں صرف کر دوں تو اس سے بڑھ کر میں کسی نعمت اور کسی خوشی کا طلبگار نہیں۔ حضور میں مضمون نویس نہیں۔ اور حضور کی بارگاہ میں تو نہ زبان یاری دیتی ہے نہ قلم۔ جیسے کسی نے کہا ہے ؎

بے زبانی ترجمانِ شوق بے حد ہو تو ہو
ورنہ پیشِ یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں؟

اس لئے اسی پر بس کرتا ہوں کہ میں جس وقت حضور حکم فرما دیں افغانستان کے لئے روانہ ہونے کو تیار ہوں۔ اور فقط حضور کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلبگار ہوں۔ والسلام

حضور کا ادنیٰ ترین غلام خاکسار ظفر اللہ"

ہندوستانی طلبار کو ایٹ ہوم

۲۰ اکتوبر ہندوستانی طلبار مقیم لنڈن کو ایٹ ہوم دیا گیا۔ ۴½ بجے مہمان طلبار آنے شروع ہوگئے۔ نیوز ایجنسی کا ایک فوٹوگرافر حاضر ہوا۔ کہ آج کے ایٹ ہوم کے مجمع کا فوٹو لے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاکر مولوی عبد الرحیم نیر صاحب نے پہلے حضرت صاحب کے ساتھ اپنا اور افریقہ کے دوسرے مبلغ فضل الرحمٰن صاحب حکیم کا معہ دو نو وارد نائجیرین حاجیوں کے فوٹو بنوالیا جس میں حضرت کے دائیں طرف نیر صاحب بائیں طرف فضل الرحمٰن صاحب حکیم اور حضور کے قدموں میں کرسی سے نیچے دونوں نائجیرین بیٹھے۔ مبلغ دونو کھڑے رہے اس کے بعد نیوز ایجنسی کے فوٹوگرافر نے حضرت کا ایک فوٹو لیا جس میں صرف ایٹ ہوم کے مسلمان طلبار شامل ہوئے۔ (اس موقعہ پر ان طلبار نے حضرت اقدس سے جو گفتگو کی۔ وہ مفصل طور پر جناب شیخ یعقوب علی صاحب کی قلم بند کردہ چونکہ قبل ازیں شائع ہو چکی ہے۔ اس لئے یہاں درج نہیں کی گئی۔ ایڈیٹر)

ایران میں بہائیوں کی تعداد

۲۱ ستمبر کو حافظ روشن علی صاحب ایرانی ڈیلیگیشن کی ملاقات کو گئے۔ باتوں باتوں میں ان سے بہائیوں کے متعلق ذکر ہوا حافظ صاحب نے ان سے پوچھا۔ ایران میں ان لوگوں کی کیا تعداد ہے ہمیں لاکھوں کی تعداد بتائی جاتی ہے۔ ایرانی سفیر نے کہا۔ ایران میں بہت تھوڑے لوگ بہائی عقائد کے ہیں۔ البتہ ایک صورت یہ ہے جس سے شاید کسی کو غلطی لگی ہو۔ کہ مولوی لوگ جس شخص سے ناراض ہوں۔ اس کو بہائی کہہ کر پکارا کرتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ نہیں ہوتی۔ ان کو بہائیت سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہوتا۔

کرنل ڈگلس کی ملاقات

چار بجے کرنل ڈگلس آئے۔ حضور سے بلکہ بہت خوشی کے لہجہ میں کہنے لگے۔ "یہ میرے دوست کے لڑکے ہیں۔" اردو میں باتیں کرنا چاہتے تھے۔ مگر حضرت سے یہ پوچھکر کہ حضور انگریزی جانتے ہیں۔ انگریزی میں باتیں ہوتی رہیں۔ انہوں نے حضرت سے اردو میں ہی یہ بھی کہا کہ "آپکے والد شریف میرے دوست تھے۔" مقدمہ کے واقعات کو تقریباً تیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے مگر انکی یادداشت اور پھر اس کے ساتھ ایک قسم کا مخلصانہ رنگ بہت ہی قابل تعریف تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی عزت اور عظمت نے انکے دل میں اسطرح گھر کیا ہوا ہے کہ اتنے لمبے عرصے نے اسے فراموش نہیں ہونے دیا۔ بہت ہی محبت اور پیار سے حضرت مسیح موعود کا نام لیتے رہے۔ مقدمہ کے بعض واقعات ضلع گورداسپور کے بعض دیہات اور قصبات کے لوگوں کے حالات۔ شیخ علی احمد صاحب وکیل کا ذکر اور ان کے طریق گفتگو کی تشریح وغیرہ امور کو خوب تفصیل سے بیان کیا۔ ہندوستان کے بعض پولیٹیکل معاملات کا بھی ذکر کیا۔ اور حضرت سے پوچھا۔

کرنل ڈگلس کا فوٹو

کرنل ڈگلس کا چونکہ احمدیہ تاریخ میں نمایاں طور پر ذکر ہوا کریگا۔ اور ہمارے ہاں ان کا کوئی فوٹو نہ تھا۔ لہذا تجویز کیا گیا کہ ان کا فوٹو لے لیا جاوے۔ چنانچہ حضرت کی منظوری کے بعد سٹڈی روم ہی میں جہاں حضرت صاحب ملاقات فرما رہے تھے۔ حضرت میاں شریف احمد صاحب نے فلش لائٹ کے ذریعہ سے حضرت صاحب کا اور کرنل ڈگلس کا فوٹو لیا۔

انگریز نومسلموں کو ایٹ ہوم

اسی دن یعنی ۲۱ ستمبر کو نومسلم انگریزوں کو ایٹ ہوم دیا گیا تھا۔ کرنل موصوف کی ملاقات کے بعد حضور اوپر تشریف لائے۔ جہاں دو تین نومسلم انگریز آئے ہوئے تھے۔ حضور نے نماز عصر پڑھائی۔ اور وہیں رونق افروز ہوگئے مسجد کا فرش اٹھانے کا اشارہ فرمایا۔ اور کرسیاں اور کاؤچوں پر سب کو بیٹھنے کی اجازت دی۔ ساڑھے ۵ بجے شام تک مکانوں سے ہال بالکل بھر گیا اور پینتیس ۳۵ کے قریب مرد و زن حضرت کے گرد و پیش جمع ہوگئے۔ آنیوالے مہمانوں کی چاء۔ کیک۔ پیسٹری روٹی اور مکھن سے مدارات کی۔ چاء کے بعد بھی حضور گفتگو میں مصروف رہے۔ اور کبھی کوئی کبھی کوئی باری باری جس کو موقعہ ملتا حضرت سے باتیں کرتا۔ دوسرے مبلغین اور مقامی دوست بھی مصروف گفتگو تھے۔

اسکے بعد خالد شیلڈرک نے کھڑے ہو کر حضرت سے ایک سوال کیا جس سے غرض انکی یہ تھی کہ تا سب لوگ جو بقاعدہ گفتگو میں مصروف تھے یا خاموش گفتگو سے کچھ مفید باتیں سن لیں۔

عورتوں سے مصافحہ کی کیوں ممانعت ہے؟

مرد و عورت کے مصافحہ پر اعتراض کیا گیا کہ عورتوں سے کیوں نہ ہاتھ ملایا جائے؟ حضور نے فرمایا:۔ ہاتھ ملانا اسلئے شروع ہوا کہ پہلے سوسائٹی محفوظ نہ تھی۔ پہلے پہل جب دو آدمی ایک دوسرے سے محبت اور تعلق کا اظہار کرنا چاہتے تھے وہ آپس میں ہاتھ ملایا کرتے تھے۔ پھر ہوتے ہوتے عادت سے یہ بات عادت ثانی ہوگئی۔ ورنہ اگر عادت نہ پڑ جاتی۔ تو اس بات کا چھوڑ دینا کوئی مشکل امر نہ تھا۔ انسان ابتدا میں جب اسکے علوم تکمیل کو نہ پہنچے تھے۔ اور زبان اور معانی میں ایسی ترقی نہ ہوئی تھی کہ دلی جذبات اور اندرونی خیالات انسان پورے طور سے دوسرے پر اظہار کر سکے۔ اسوقت تصویری زبان سے زیادہ کام لیا جاتا تھا۔ اور ظاہری حرکات اور سکنات کو زبان کا قائمقام بنا لیا جاتا تھا۔ چنانچہ مصافحہ کا طریق بھی اسی اصل کے ماتحت جاری ہوا۔ معلوم ہوتا ہے۔ ایک انسان دوسرے کا ہاتھ پکڑتا تھا یا اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں دیتا تھا جو اس امر کے اظہار کے لئے تھا کہ تیرا دوست میرا دوست اور تیرا دشمن میرا دشمن۔ میں نے تیرا ہاتھ پکڑ لیا یا تو نے میرا ہاتھ پکڑ لیا یعنی ہم آپس میں ایک دوسرے کے ممد و معاون ہونگے ایسے ہی جذبات کے اظہار کا یہ ایک طریق تھا۔ مگر اب اور طریق موجود ہیں۔

میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرد و عورت کے باہمی ہاتھ ملانے کو میں نے اپنی طرف سے منع نہیں کیا۔ اور یہ میری ایجاد نہیں ہے بلکہ یہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور میں اس حکم کی تعمیل کراتا ہوں۔ ہمارے رسول کریم کے پاس ایک عورت آئی۔ اور اس نے مصافحہ کرنا چاہا۔ مگر رسول کریم نے اس سے مصافحہ نہ کیا اور فرمایا کہ عورت کا مرد سے ہاتھ ملانا جائز نہیں۔ نیز رسول کریم عورتوں کی بیعت ہاتھ میں ہاتھ لے کر نہ لیا کرتے تھے۔ بلکہ عورتوں کو صرف کلمات زبانی فرماتے تھے۔ ابتدا میں عورتوں کے ہاتھوں کو دستانے وغیرہ سے لپیٹ کر بھی بیعت ہوتی۔ مگر بعد میں آپ نے اسکو بھی ترک کر دیا۔

علم النفس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں مختلف قوی ہیں۔ بعض منفعل اور بعض مؤثر ہیں۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ ایک انسان کے اچھے یا برے خیالات جذبات یا خواہشات دوسرے انسان میں ان قوی کے ذریعہ سے منتقل اور مؤثر ہوتے رہتے ہیں۔ اسلام چونکہ ایک کامل مذہب ہے۔ جس نے بدی کے موجبات کا دروازہ بند کیا ہے۔ لہذا اس نے کبائر کے مبادی سے ہی روک دیا ہے۔ چنانچہ مرد و عورت کے میل جول اور ہاتھ ملانے سے بعض نقائص اور بدیوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ اسوجہ سے اسلام نے انکو منع کر دیا۔ اور چونکہ آنکھ کے ذریعہ سے بھی بہت خطرات اور نقائص پیدا ہو سکتے ہیں اسوجہ سے آنکھ کی آزادی کو بھی روک دیا۔ اور مردوں اور عورتوں دونوں کو حکم دیدیا۔ کہ غض بصر بھی کریں۔ اور لمس سے بھی بچے رہیں۔ مگر زبان کے روکدینے سے چونکہ ضروریات زندگی میں بہت بڑی روک پیدا ہو جاتی تھی۔ اسوجہ سے نطق پر کوئی قید نہیں لگائی۔

مغرب میں عورت مرد کا مصافحہ روکنے میں مشکل

سوال۔ یہ تقریباً ناممکن ہے کہ مغرب میں اسلام عورت اور مرد کے ہاتھ ملانے کو چھڑا دے۔

جواب۔ یہ سوال عادت کا ہے۔ انبیار دنیا میں آتے ہی اسی غرض کے لئے ہیں کہ وہ دنیا سے بری عادتوں کو مٹا کر انکی جگہ اچھی باتیں قائم کریں۔ اور وہ ہمیشہ ایسے وقت میں آتے ہیں جب زمانہ کی رو انبیار کی تعلیم کے بالکل خلاف چل رہی ہوتی ہے۔ انبیار اس رو کو پلٹ دیا کرتے ہیں۔ زمانہ کی رو کے ساتھ چلنا بھی کوئی قابل تعریف بات ہے؟

یہی بات توان کی صداقت کی دلیل ہُوا کرتی ہے۔ کہ وہ جدھر اسوقت دنیا چل رہی ہوتی ہے۔ اس کے خلاف چلتے ہیں۔ اور پھر کامیاب ہو جاتے ہیں۔ عرب میں مرد اور عورت کے ہاتھ ملانے کا رواج تھا۔ مگر رسول کریم صلعم نے اسکو روکا۔ دیکھئے وہ رک گیا یا نہیں؟ پس اگر وہ رک گیا تھا۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ہم موجودہ زمانہ کی رو کے پلٹ جانے کا یقین نہ رکھیں۔ انبیاء ہمیشہ دنیا میں یکہ و تنہا آتے ہیں۔ اور دنیا کو وہ باتیں منوا کر جاتے ہیں جن کے ماننے کو وہ تیار نہیں ہوتی۔

پس یقین رکھو۔ کہ یورپ اسکو مانیگا۔ اور ضرور مانیگا۔ اور یقیناً مانیگا۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ یورپ اسلام کے سامنے اپنی گردن جھکادے۔ اور اپنے تمام پرانے ہتھیار ڈالدے۔

مردوں کا آپس میں مصافحہ

سوال: ۔ کیا دو مردوں میں ایسے برے خیالات منتقل نہیں ہوتے؟

جواب: ۔ خیالات برے ایک سے دوسرے میں اس وقت منتقل ہوتے ہیں جب ایک دوسرے کی ذات کے متعلق ہوں۔ ایک مرد کو دوسرے مرد کے متعلق برے خیال اسکی ذات کے متعلق نہیں ہو سکتے۔

مصافحہ پیار بڑھانے کا ذریعہ ہے

سوال: ۔ اگر رسول کریم یورپ میں ہوتے تو ضرور مصافحہ کو جائز قرار دیتے۔ کیونکہ مصافحہ محبت اور پیار بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ اور رسول کریم دنیا میں محبت اور پیار کے بڑھانے کو آئے تھے۔ نہ کہ روکنے کی غرض سے۔

جواب: ۔ جب ایک چیز کو دوسرے کیلئے قربان کیا جاتا ہے۔ تو یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔ کہ کونسی چیز اس قابل ہے۔ کہ اسکو دوسری پر قربان کیا جاوے۔ رسول کریم دنیا میں اسلئے آئے تھے۔ کہ عورت اور مرد دونوں کی روحانیت بڑھے۔ بدی اور بدخیالات دُور ہوں۔ اور وہ ایسے پاک ہو جائیں کہ انکا خدا سے تعلق پیدا ہو جائے۔ اس میں شک نہیں کہ آپکی غرض یہ بھی تھی کہ بنی نوع انسان کو ایکدوسرے سے تعلق اور محبت ہو۔ مگر تعلق محبت کو بڑھانے کیلئے صرف ہاتھ کا ملانا اور عورتوں اور مردوں کا میل جول ہی نہیں۔ بلکہ محبت کے بڑھانے کے اور بہت سے ذرائع ہیں۔ ہاتھ ملانا صرف ایک ابتدائی کمزوری کیوجہ سے قوت بیانیہ کی کمزوری کا نتیجہ تھا۔ اور وہ ایک عادت سے بڑھکر نہیں۔ مگر چونکہ یہ عادت روحانیت اور پاکیزگی کے رستہ میں ایک روک تھی۔ اور مقصد اعلیٰ کو اس سے ٹھوکر لگتی تھی۔ اسوجہ سے اس سے روک دیا۔ ایک طرف روحانیت پاکیزگی اور تعلق باللہ ہیں۔ دوسری طرف صرف ایک عادت کا سوال۔ پس ان میں دیکھ لینا چاہیئے۔ کہ انمیں سے کس چیز کو دوسرے کیلئے قربان کرنا عقلمندی ہے۔ پھر آنحضرت صلعم اور قرآن پاک کی تعلیم ہر ملک اور ہر زمانہ کے لئے ہے۔ اور کامل اور اکمل تعلیم ہے۔ اس زمانہ میں جو کچھ حالات یورپ میں پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کا بھی خدا کو علم تھا۔ پس اس عالم الغیب ہستی نے ہی ایسا حکم اپنے رسول کی معرفت دیا۔ اسلئے یہ سوال کہ رسول اللہ اگر یورپ میں ہوتے۔ تو جائز رکھتے۔ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔

عورتوں کا مساجد میں عبادت کے لئے جانا

سوال: ۔ بعض مساجد میں عورتیں عبادت کے لئے جاتی ہیں۔ اور بعض جگہ ان کو اجازت نہیں۔ اس امتیاز کی کیا وجہ ہے!

جواب ۔ ہم دوسروں کے ذمہ وار نہیں۔ ہماری مساجد میں عورتیں برابر عبادت کے لئے جاتی ہیں۔ قادیان میں جمعہ کے دن پانسو کے قریب عورتیں مسجد میں جاکر جمعہ ادا کرتی ہیں۔ اور عورتوں کی صف مردوں کی صف کے برابر کھڑی ہوتی ہے۔ صرف ایک پردہ درمیان میں ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ مرور زمانہ کی وجہ سے جب مسلمانوں میں غفلت اور سستی کا دور دورہ ہُوا۔ اور انہوں نے خدا کے احکام کی تخفیف کی۔ تو اولاً نمازیں مسجدوں کی بجائے گھروں میں شروع کیں۔ اس سے عورتیں جن پر گھر کے کاروبار کی ذمہ داری مردوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ انہوں نے بھی مساجد میں جانا چھوڑ دیا۔ اور ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہونچی۔ کہ مسجد میں نہ گھر میں کہیں بھی نماز کی عادت نہ رہی۔ ورنہ اصولاً احکام شریعت کی رو سے مساجد عورتوں اور مردوں کے لئے برابر کھلے ہیں۔ اسلام نے کوئی تفریق نہیں کی؛

رسوم کی مخالفت

سوال: ۔ کیا آپ مشرقی رسوم و رواج کی بھی اسی طرح مخالفت کرتے ہیں۔ جس طرح مغربی ممالک کے رسوم کی!

جواب: ۔ ہاں بدی خواہ مشرقی ہو یا مغربی دونو بری ہیں اسلام مشرق اور مغرب کی تمیز سے پاک ہے۔ وہ آسمانی ہے۔ اسکی نظر میں مشرق اور مغرب یکساں ہیں۔ ہم مشرق میں بھی بد رسوم و رواج کے خلاف اسی طرح زور سے وعظ کرتے ہیں۔ جس طرح یہاں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ ہمارا تو کام ہی اصلاح ہے؛

عورتوں کا پردہ

سوال: ۔ پردہ بھی صرف ایک رواج اور عادت ہے؛

جواب: ۔ پردہ کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک شرعی پردہ دوسرا رواجی۔ شرعی پردہ جو قرآن شریف سے ثابت ہے۔ یہ ہے۔ کہ عورت کے بال گردن اور چہرہ کانوں کے آگے تک ڈھکا ہوا ہو اس حکم کی تعمیل میں مختلف ممالک میں اپنے حالات اور لباس کے مطابق پردہ کیا جا سکتا ہے۔

پردہ عادت نہیں۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل ہے۔ البتہ بعض رواجی پردے ہیں۔ جو شرعی حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور صرف ایک عادت ہیں۔ ورنہ شریعت نے جو حد رکھی ہے۔ وہ قرآن سے ظاہر ہے؛

اسلام میں اختلاف

سوال: ۔ اسلام میں اختلاف کیوں ہے

جواب: ۔ اختلاف تو رحمت اور ترقی کا موجب ہُوا کرتا ہے۔ مگر جب حد سے بڑھ جائے۔ تو اس کی اصلاح کے لئے خدا رسول مبعوث فرمایا کرتا ہے۔ گو رسول کے آنے سے ایک اور زیاتی اس اختلاف میں ہو جایا کرتی ہے۔ مگر اس کی مثال اس پیپ سے بھرے ہوئے پھوڑے کی ہُوا کرتی ہے۔ جس کو ڈاکٹر اور لائق سرجن چیر دیتا ہے۔ گو ڈاکٹر کے عمل جراحی سے پھوڑے والے کو درد ہوتی ہے۔ مگر وہ صرف وقتی ہوتی ہے۔ اور اس کا نتیجہ اچھا ہُوا کرتا ہے اس زمانہ کے اختلاف کو مٹانے کی غرض سے بھی اللہ تعالےٰ نے ایک نبی بھیجا ہے۔ جس کے ہم لوگ غلام ہیں۔ ان کی آمد سے بھی بظاہر ایک اختلاف نظر آتا ہے۔ مگر اس اختلاف کا انجام بھی پھوڑے کی طرح صحت ہوگا۔ انشاء اللہ؛

عورتوں سے ہاتھ ملانا

سوال: ۔ کیا اجتماع میں ہی عورتوں سے ہاتھ ملانا منع ہے۔ یا کہ انفرادی صورت میں بھی منع ہے؛

جواب: ۔ عورت کا مرد سے ہاتھ ملانا ہر جگہ منع ہے۔ مجمع اور تنہائی کی کوئی شرط نہیں۔ رسول اللہ سے جب اس عورت نے ہاتھ ملانا چاہا۔ تو حضور تنہا ہی تھے۔

کثرت ازدواج

سوال: ۔ کیا آپ کثرت ازدواج کے مسئلہ پر روشنی ڈالیں گے؛

جواب: ۔ ضروریات انسانی دو قسم کی ہُوا کرتی ہیں۔ جو دو قسم کے حالات کے ماتحت ہوتی ہیں۔ ذاتی اور شخصی۔ قومی اور نسلی۔ قومی حالات تو یہ ہیں۔ کہ کسی وجہ سے ایک قوم میں عورتوں کی تعداد مردوں کی تعداد سے زیادہ ہو جائے۔ اس ضرورت کو اسلام نے اس رنگ میں پورا کیا ہے۔ کہ مرد ایک سے زیادہ عورتوں کی خبر گیری کا ذمہ لے۔ جو نکاح کی صورت میں بطور احسن پورا کیا جا سکتا ہے

دوم ہر ایک بات کسی جذبہ یا محبت ہی کے ماتحت نہیں کی جایا کرتی۔ کوئی شخص نہیں چاہتا۔ کہ اس کا بھائی باپ۔ ماں۔ بیٹا۔ کسی لڑائی میں جاکر قتل ہوں۔ کوئی ماں۔ بیوی یا بہن۔ اپنے بچے یا خاوند یا بھائی کو جنگ میں بھیجنا ہرگز پسند نہ کریگی۔ مگر جب ایک ملک کے خلاف جنگ چھڑ جاتی ہے۔ تو یہ سب اپنے عزیزوں کو ملک کی خاطر خوشی سے جنگ میں بھیجتی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب ملک کی ضرورت کے لئے ذاتی اغراض اور مفاد کو قربان کرایا جا سکتا ہے۔ تو جب ملک میں عورتیں بڑھ جائیں۔ تو کیوں ملک کی خاطر عورتیں اپنی بیوہ بہنوں کی تکلیف اور تنہائی کو دور کرنے کے لئے جن کو مردوں کی کمی کی وجہ سے خاوند میسر نہیں آتے یہ قربانی اور ایثار کرنے میں دریغ کریں گی۔ کہ ایک مرد کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں۔ اور ایک مرد کئی کئی بے بس اور بے کس عورتوں کی خبر گیری

ذمہ واری اٹھائے۔ اور پہلی عورتیں قربانی اور ایثار کی مثالیں قائم کرکے بیواؤں کی خبرگیری اور مدد میں مردوں کی ممد و معاون ہوں۔ مانا کہ عورتوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ مگر کیا اپنے پیاروں اور عزیزوں کو ملکی ضروریات کے لئے موت کے منہ میں جھونکنے سے تکلیف نہیں ہوتی۔ پس جب ملک کی ضروریات کی خاطر مانتا بھیجی جائیں۔ خاوندوں پر جان دینے والی بیویاں اور اور بھائیوں کا نام لے کر جینے والی بہنیں وہ قربانی کر سکتی ہیں۔ تو کیوں نہ اس ہمدردی بنی نوع انسان کی ذرا سی تکلیف اور احساس کی قربانی کی امید کی جائے ؛

تعدد ازدواج پر عمل کرنا فرض نہیں

پھر فرمایا۔ کہ یہ بات بھی غلط ہے۔ جو سمجھی گئی ہے۔ کہ تعدد ازدواج ایک شرعی حکم ہے۔ جس کو ہر مسلمان کے لئے پورا کرنا فرض ہے۔ یہ ایک غلط فہمی ہے۔ یہ کوئی حکم نہیں بلکہ اجازت ہے۔ جس سے ضرورت اور موقعہ اور محل پر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اور پھر جس عورت سے شادی کی جائے۔ اس کو بھی حق حاصل ہے۔ کہ شادی کے وقت شرط کر لے۔ کہ اس کا خاوند کوئی دوسری بیوی نہ کرے گا اس بیوی کی موجودگی میں۔ پس اگر بعض عورتیں قومی یا ملکی ضروریات کے پیدا ہو جانے پر ایسی قربانی کرنے کو تیار ہو جائیں۔ تو اس میں کیا برائی ہے۔ میں تو یقیناً جانتا ہوں۔ کہ باوجود اس حکم کے اور اس اجازت کے بعض ممالک میں بہت کم لوگ ہیں۔ جن کی دو یا تین بیویاں ہونگی۔ بعض ممالک میں مرد و عورت کی نسبت برابر۔ بعض میں مرد کم۔ عورتیں زیادہ بعض میں عورتیں کم اور مرد زیادہ ہیں۔ جہاں مرد و عورت برابر ہیں اور جہاں عورتیں مردوں سے کم ہیں۔ ان میں ایسی مثالیں سوائے شاذ کے ملنی مشکل ہیں۔ مگر جہاں عورتیں زیادہ ہیں۔ وہاں بھی اس کی زیادہ مثالیں نہیں مل سکتیں۔ کہ ایک ایک مرد کی کئی کئی بیویاں ہوں۔ اور ایسے لوگوں کی کثرت ہو۔ کیونکہ اس میں مرد کے لئے بھی تو سخت پابندیاں اور مشکلات ہیں۔ اور باتوں کو چھوڑ کر ایک اخراجات کے سوال ہی کو لے لیا جاوے۔ تو مرد کے لئے یہ کچھ کم بوجھ نہیں۔ اسی وجہ سے ان ممالک میں بھی امراء کے سوا بہت کم مثالیں مل سکتی ہیں ؛

خاوند کو دوسری شادی کی اجازت دینے والی عورتیں

سوال:۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی بھی عورت ہو سکتی ہے کہ جب تک وہ خاوند کی بدسلوکی یا کسی اور وجہ سے اس سے تنگ نہ آ گئی ہو۔ اس کو دوسری شادی کی اجازت دیدے ؛

جواب:۔ یہ بات عادت پر موقوف ہے۔ ہمارے ہاں ایک عورت برابر چھ مہینے تک میرے پاس آتی رہی۔ کہ اس کے خاوند کی دوسری شادی کر دی جاوے۔ کیونکہ اس کی اولاد نہیں۔ اور کہ میں اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوں۔

نکاح کی اغراض میں سے ایک غرض بقاء نسل بھی ہے۔ اگر ثابت ہو جاوے۔ کہ ایک بیوی میں اولاد پیدا کرنے کی قابلیت نہیں ہے۔ اور اگر مرد دوسری شادی نہ کرے۔ تو لاولد رہتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اگر کوئی عورت اپنے خاوند کو اجازت دیتی ہے۔ تو وہ اس کی عقلمندی ہے۔ نہ کہ بیوقوفی۔

بعض اوقات عورتوں کو ایسی بیماریاں لگ جاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے عورت مرد کے سچے اور صحیح تعلقات قائم نہیں ہو سکتے۔ تو کیا مرد اس صورت میں اس عورت کو ساتھ رکھ کر کڑھتا رہے۔ اور بعض بداخلاقیوں میں ملوث ہو۔ یا قرآن پاک پر عمل کر کے اس بیمار اور کسمپرس کی بھی خدمت کرے۔ اس کی ضروریات مہیا کرے۔ اس کا علاج اور ہمدردی اور موانست بھی کرے اور ایک دوسری بیوی اپنی ذاتی ضروریات یا نسلی ترقی کیلئے کرے۔ یہ اچھا ہوگا۔ یا وہ پہلی صورت ؟

یورپ کی عورتیں خود بھی سمجھ سکتی ہیں۔ کہ مرد کہاں تک ایک بیوی پر قناعت کرتے ہیں۔

خاوند کا بیمار بیوی سے سلوک

سوال:۔ جب وہ بیوی بیماری سے چنگی اور علاج سے تندرست ہو جائے۔ تو خاوند کیا اس سے موانست اور محبت کریگا ؟

جواب:۔ صاف بات ہے۔ کہ جس خاوند نے بیماری کی حالت میں اسکی خدمت کی۔ اسکے بوجھ کو اٹھایا۔ اسکو آرام دیا۔ اور خود تکلیف اٹھائی۔ وہ اسکی صحت اور تندرستی پر کیوں اس سے محبت اور پیار نہ کریگا ؛ بلکہ عورت کو بھی مرد کے سلوک پر اور یقین ہو جائے گا۔ کہ جس مرد نے مجھے بیماری اور بیکسی میں نہیں چھوڑا۔ میری خدمت کی اپنا آرام اور اپنا قیمتی وقت مجھ پر خرچ کیا۔ جب میں اچھی ہو جاؤنگی تو کیوں وہ مجھ سے سلوک نہ کریگا۔

تعدد ازدواج میں مرد کی قربانی

اسلامی احکام کے ماتحت شادی کے معاملہ میں صرف عورت ہی کو قربانی نہیں کرنی پڑتی۔ بلکہ مرد کو عورت سے بھی زیادہ قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اس کو زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ دل دینا پڑتا ہے۔ تاکہ دونوں میں برابری اور عدل کا معاملہ کر سکے۔ اپنے آرام کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اور گھر کا مالک ہوتا ہوا ایک مسافرانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ جسطرح عورت کو اپنے خاوند سے محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح مرد کو بھی بیوی سے محبت ہوتی ہے۔ اور محبت ایک دلی جذبہ ہے۔ جو انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ دو بیویوں میں سے ایک سے طبعاً (بعض اوقات) زیادہ محبت ہوتی ہے۔ مگر احکام اسلامی کی رو سے باوجود ایک سے زیادہ محبت ہونے کے برابر کا سلوک اسکو مجبور کرتا ہے۔ کہ قربانی کرے۔ اور دلی محبت اور جذبہ کے خلاف دوسری بیوی کا حق ادا کرے۔ اسلام کے احکام کی رو سے جو شخص عدل نہیں کرتا۔ اس کو سزا دی جاتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ بہت تفصیل اور تشریح سے حضور نے اس مضمون کو واضح کیا۔

سوال:۔ مگر یورپ میں یہ بڑی مشکل بات ہے۔

جواب:۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ مشکل ہے۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ کہ ملک کی عادتیں اور رسوم بھی ایسی ہیں۔ مگر ان کا ایسا خیال نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمیں افسوس سے اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ بعض بدعمل مسلمانوں کے عمل کی وجہ سے لوگوں کو روک اور ٹھوکریں لگی ہیں۔ بیویاں کرنا اور ان سے عدل نہ کرنا اور بدسلوکی کرنا۔ ایک کو معلقہ چھوڑ دینا۔ یا ایک کو محض اس لئے چھوڑ دینا کہ ان کو کسی دوسری بیوی سے زیادہ محبت ہے۔ غرض مختلف اشکال ہیں۔ جن کی وجہ سے غیر مسلم اقوام پر اتنا گہرا اثر ہوا ہے۔ کہ اسکے اثر کو زائل کرنے کیلئے بہت بڑے مشکلات کا سامنا ہے۔ مگر ہم نے بہرحال انشاء اللہ اسلامی احکام کی اپنے قول سے اور فعل سے تبلیغ کرنی ہے۔ اور کریں گے۔ انشاء اللہ کامیابی خدا دیگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ باتیں میں نے حضور کی نہایت لطیف اور پرمغز تقریر میں سے اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں لکھی ہیں۔ تاکہ کچھ نہ کچھ تو پہنچ جائے۔

مختلف باتیں

حاضرین نے ایک مکمل ترجمہ قرآن اور ایک رسول کریم کی مکمل لائف کا جلد تر مطالبہ کیا۔ جس کا حضرت نے ایک سال کا وعدہ فرمایا۔ تقریر کا سلسلہ ختم ہوا۔ تو عورتوں نے فرداً فرداً حضرت سے سوالات شروع کئے۔ اور تسلی بخش جوابات پائے۔ مرد مردوں سے الگ الگ باتوں میں مصروف ہو گئے۔ اور قریباً ایک گھنٹہ بلکہ زیادہ دیر تک یہ گفتگو ہوتی رہی جو نہایت پر لطف تھی۔ عورتوں نے آزادی سے حضور سے سوالات کئے۔ اور حضرت نے جوابات دئے۔ اور خود اپنا نمونہ بتایا۔ اور ان کو بتایا۔ کہ میری تین بیویاں ہیں۔ اور ان حالتوں میں نے تینوں شادیاں کی ہیں۔

کھانا

گیارہ بجے کے قریب کھانے کا میز لگایا گیا۔ صرف مہمانوں کو حضرت کے ساتھ کھانے پر بٹھایا گیا۔ کیونکہ میز پر گنجائش اتنی ہی تھی۔ باقی دوستوں نے کھانا بعد میں کھایا۔ کھانے کے بعد حضرت نے حسب معمول دعا کی

اور جلسہ ایٹ ہوم رات کے ۱۱½ بجے ختم ہوا ۔

کانفرنس مذاہب کا پہلا دن

۲۳ ستمبر کو کانفرنس کا افتتاح تھا۔ نماز حضور نے ۲½ بجے پڑھائی۔ اور جلدی دوستوں کو چلنے کا حکم دیا۔ وقت چونکہ بہت تنگ تھا۔ کیونکہ اڑھائی بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوتی تھی۔ اسی لئے سب موٹروں پر روانہ ہوئے ۔

ہال کے دروازہ پر موٹروں سے سارا وفد اکٹھا اترا۔ تو ایک نیوز ایجنسی کا فوٹوگرافر کھڑا تھا۔ اس نے حضرت کا معہ خدام کے ہال سے باہر ہی ایک فوٹو لیا۔ کمرہ کے اندر داخلہ کے وقت معلوم ہوا کہ پریذیڈنٹ کی تقریر شروع ہے۔ پریذیڈنٹ کی تقریر کے بعد ایک فوٹوگرافر پھر حاضر ہوا۔ جس نے کہا۔ کہ میں سارے ڈیلیگیشن کا فوٹو لینا چاہتا ہوں۔ اس ہال کے ایک حصہ میں فوٹو کھچوایا گیا۔ حضرت کے سیدھے ہاتھ اس میں پنڈت شام شنکر کھڑے ہوگئے۔ اور باقی دوست ادھر ادھر۔ فوٹو کے بعد ہم اپنی جگہوں پر جا بیٹھے۔ اور نئے پریذیڈنٹ نے اپنی تقریر شروع کی جس میں پنڈت شیام شنکر صاحب کو لوگوں سے انٹروڈیوس کرایا ۔

ہندوازم کے متعلق تقریر

پنڈت صاحب کی تقریر شروع ہوئی۔ جو بہت بلند آواز اور خاص لہجہ میں تھی۔ پنڈت صاحب کی تقریر کا خلاصہ در خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہندو مذہب کی تعریف کرنی مشکل ہے۔ مگر ہر شخص جو اپنے آپ کو ہندو کہتا ہے۔ میں اس کو ہندو کہوں گا۔ دوسرے اس لفظ سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو مسلمانوں کے حملے سے پہلے ہندوستان میں رہتے تھے۔ اور تمام وہ مذاہب جو ہندوستان میں مسلمانوں سے پہلے موجود تھے۔ ہندو کہلا سکتے ہیں ۔

ہندو مذہب میں رواداری بہت ہے۔ کبھی کسی کو اپنے مذہب میں داخل ہونے کی ترغیب بھی نہیں دی جاتی۔ جبر تو درکنار۔ خدا تعالیٰ کے متعلق بھی ہندو مذہب نے کوئی حد بندی نہیں کی۔ خود رشی بھی مانتے ہیں۔ کہ خدا کا گیان ان کو مکمل نہیں اس واسطے ہندو مذہب میں آزادی ہے۔ کہ ایک خدا مانے یا کئی مانے یا روح مانے یا طاقت مانے یا ہستی تسلیم کرے۔ خواہ وحدت وجود کا قائل ہو۔ یا ہمہ اوست کا مقر ہو۔ وہ ہندو ہے۔ کبھی ہندو مذہب نے مذہبی اختلاف کی وجہ سے کسی پر جبر نہیں کیا۔ چھوت چھات محض صفائی کا خیال ہے۔ اس کا مذہب سے تعلق نہیں۔ میرا بیٹا بھی اگر صاف نہ ہو۔ تو میں اس سے بھی چھوت کروں گا۔ وغیرہ وغیرہ تقریر کے خاتمہ پر لوگوں نے چیرز دیئے۔

حضرت صاحب معہ خدام چاء پینے کے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں مختلف قسم کے لوگوں سے باتیں کیں۔ مسٹر مارگولی اینتھ بھی حضور سے ملا۔ اور چاء کے بعد حضور کو پھر ملاقات کے لئے واپس اسی کمرہ میں لے جایا گیا۔ جہاں لیکچر ہو رہے تھے۔ مگر وہاں چونکہ گانا بجانا ہو رہا تھا۔ اسلئے حضور وہاں سے دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے۔ اور پھر جلدی وہاں سے اٹھ کر تشریف لے آئے۔ آکر حضور نے سب دوستوں کو دعا کے واسطے حکم دیا اور خود بھی کمرہ بند کر کے دعاؤں میں لگ گئے ۔

۲۴ ستمبر حضور نے دیگر اصحاب کو مذہبی کانفرنس میں جانے کا ارشاد فرمایا۔ اور خود بھی تشریف لے گئے۔ تا کہ خواجہ کمال الدین صاحب کا مضمون سنیں۔ جو اس دن پہلے پڑھا جانا تھا ۔

خواجہ صاحب کا مضمون

خواجہ صاحب کا لیکچر ہوا۔ جس کو عبداللہ یوسف نے پڑھا۔ جو سنا جاتا ہے۔ کہ بہترین پڑھنے والوں میں سے ہے۔ اور پھر اس کا عرصہ دراز سے یورپ میں رہنے کی وجہ سے قریباً انگریزوں کا سا لہجہ ہے۔ مگر پھر بھی نصف کے قریب لوگ ایسے تھے۔ جو مضمون اچھی طرح سن نہ سکتے تھے۔ ہاں سوائے دو یا تین قطاروں کے قریباً بھرا ہوا تھا۔ مضمون ختم نہ ہو سکا۔ اور چیئرمین نے دو مرتبہ اس کو توجہ دلائی۔ جس پر مجبوراً اسے مضمون کو ادھورا چھوڑ کر بیٹھنا پڑا ۔

شیعوں کا مضمون

خواجہ صاحب کے بعد شیعہ مقرر کی تقریر پڑھی گئی۔ جو محض خانہ پری کے لئے لکھی گئی معلوم ہوتی تھی۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ کسی انگریز نے لکھی ہے۔ اور ایسی لکھی ہے۔ کہ خواہ مخواہ قابل اعتراض اور مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے۔ تقریر نصف گھنٹہ کے اندر ہی ختم ہو گئی۔ اور پروفیسر مارگولی اینتھ جو اس وقت پریذیڈنٹ تھا۔ اس نے کھڑے ہو کر کہا۔ کہ کانفرنس کے نقطہ نگاہ کے مطابق یہ مضمون ہے۔ اسی طرز کے تمام مضامین چاہئیں۔ اسلام کی بھیانک یا مضحکہ خیز بے حقیقت تصویر تھی۔ اس وجہ سے پریذیڈنٹ نے ایسے ایسے بہت سے بیجا ریمارک کئے۔ اور قریباً لیکچر پڑھے جانے کے برابر وقت میں اس کے ریمارکس ختم ہوئے۔ اسکے بعد قریباً پون گھنٹہ کا وقفہ دیا گیا۔ تاکہ لوگ چاء وغیرہ پی لیں ۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا مضمون

حضرت کے مضمون پر جو صاحب پریذیڈنٹ ہونے والے تھے۔ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پوچھا۔ کہ آپ کا مضمون کون پڑھے گا۔ آپ پڑھیں گے یا کوئی اور؟ حضرت نے فرمایا۔ کہ مضمون چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب پڑھینگے۔ اس پر اس نے کہا۔ مضمون زیادہ لمبا ہے۔ لوگ ۲½ بجے سے بیٹھے ہیں۔ بہتر ہوگا۔ کہ اس میں سے کچھ حصہ کم کر دیا جائے حضرت صاحب نے بعض حصہ مضمون پر نشان لگا دیئے۔ اور چوہدری صاحب کو ارشاد فرمایا۔ کہ اگر مضمون ختم ہوتا نظر نہ آئے تو ان حصص کو آپ ترک کر دیں ۔

مقررہ وقت پر حضرت خود سٹیج پر تشریف لے گئے۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بھی ساتھ تھے۔ ان کے علاوہ پانچ اور آدمیوں کے واسطے بھی منتظمین نے سٹیج پر جگہ بنائی۔ چنانچہ خانصاحب ذوالفقار علی خاں صاحب۔ چوہدری فتح محمد صاحب مولوی عبدالرحیم صاحب درد۔ حافظ روشن علی صاحب۔ اور ماسٹر محمد الدین صاحب بھی سٹیج پر جا بیٹھے۔ پریذیڈنٹ نے لوگوں کو حضرت سے انٹروڈیوس کرایا۔ کہا اسلام میں سب سے بڑا سلسلہ جو میری زندگی میں کم از کم قابل ذکر اور مشہور ہے۔ وہ احمدیہ موومنٹ ہے۔ جس کے امام اس وقت یہاں موجود ہیں۔ وہ خود سلسلہ کا ذکر کریں گے۔ جو آپ بھی سن لیں گے۔ سلسلہ کی اہمیت کا اچھے الفاظ میں ذکر کیا ۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی انگریزی تقریر

اس کے بعد حضرت کھڑے ہوئے اور حضور نے زبان انگریزی میں فرمایا۔ کہ پہلے میں خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے ہمیں ایسا موقعہ دیا۔ کہ مذہبی امور پر غور کر سکیں۔ اور منتظمین جلسہ کا بھی شکریہ کرتا ہوں۔ کہ خدا نے ان کے دل میں ایسی تحریک ڈالی۔ پھر میں معافی چاہتا ہوں۔ کہ مجھے چونکہ پرچہ پڑھنے کی عادت نہیں۔ اس وجہ سے میں خود اپنا مضمون نہیں پڑھوں گا۔ بلکہ میرے ایک دوست اور مرید چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بار ایٹ لا پڑھیں گے۔ اپنے ملک اور زبان میں تو میں چھ چھ گھنٹہ تک دس دس بارہ بارہ ہزار کے مجمع میں تقریر کر سکتا ہوں مگر انگریزی پرچہ پڑھنے کی مجھے چونکہ عادت نہیں۔ اس وجہ سے میں نہیں پڑھوں گا ۔

حضرت خلیفۃ المسیح کے مضمون کے وقت حاضری

اس کے بعد حضرت نے چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کو پڑھنے کا حکم دیا۔ جنہوں نے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا۔ اور پھر مضمون شروع کیا۔ ہال خدا کے فضل سے بھر گیا تھا۔ اور کوئی قطار کرسیوں کی باقی نہ تھی ۲۲ × ۱۶ = ۳۵۲ کرسیاں تھیں۔ سٹیج الگ اور اس کے سوا ادھر ادھر بھی کچھ آدمی تھے۔ غرض کل مل ملا کر ۴۰۰ تک حاضری تھی۔ مگر یہ حاضری اتنی بڑی بتائی جاتی ہے۔ کہ شاید ہی کسی مذہبی مجمع میں کبھی ہوئی ہو ۔

سامعین کی توجہ

بڑی بات یہ تھی۔ کہ لوگ نہایت شوق اور محبت سے ہمہ تن گوش تھے۔ اور خدا نے ایک تحریک دلوں میں پیدا کر دی تھی۔ کہ یہی ایک پرچہ ہے۔ جو ساری کانفرنس میں اہم ترین ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر والٹر والش جو ایک مشہور لیڈر ہے۔ اور ایک قومی چرچ کا لیڈر ہے۔ اور بہت ہی لائق آدمی اور بڑا زبردست سپیکر ہے اور مانا ہوا مقرر ہے۔ اس نے پہلے ہی کہا۔ کہ یہ کانفرنس ہمیں ایک بات بتاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ " اسلام ہی ایک زندہ مذہب

ہے۔ اور اس کو ثابت کریں گے خلیفۃ المسیح"۔ الغرض ایسی محبت اور شوق سے لوگوں نے مضمون کو سنا۔ کہ ہمارے قادیان کے جلسہ کے مخلصین کا نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ تقریر کی خوبی اور دلائل اور بے نظیر طرز بیان کو سن سن کر لوگ عش عش کرتے تھے۔ اور مختلف رنگ میں اظہار خوشی کرتے تھے۔ مضمون ایک گھنٹہ میں ختم کر دیا گیا۔

پریذیڈنٹ کی مبارکباد

پریذیڈنٹ سر تھیوڈور ماریسن۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ بی۔ ایل۔ ڈی۔ سی۔ ایل نے تقریر کے اختتام پر حضرت کے حضور بایں الفاظ مبارکباد عرض کی۔ کہ "میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ جلسہ بہت کامیاب ہوا۔ لوگوں نے پوری توجہ سے سنا۔ جس کی نظیر نہیں۔ میں چاہتا تھا۔ کہ لوگوں کو سلسلہ کے متعلق مزید توجہ دلاؤں۔ لیکن اس خیال سے کہ لوگ اُکتا نہ جائیں۔ میں نے کچھ نہیں کہا"۔ پہلے اس نے خود حضرت کا شکریہ ادا کیا۔ اور پھر سامعین کی طرف سے بھی حضرت کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد اس نے حضرت کے ساتھ دیر تک سٹیج پر کھڑے کھڑے مختلف باتیں کیں۔ جن کا اکثر حصہ سیاست ہند کے متعلق تھا۔ اور بہت خوش خوش تھا۔ اور بار بار مضمون کی تعریف کرتا تھا۔ مضمون کے خاتمہ پر لوگوں نے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو بھی بہت بہت مبارکباد دی۔

مختلف ریمارکس

حضرت کے لیکچر کے بعد مختلف قسم کے لوگ مختلف اوقات میں حضرت کو اور حضرت کے خدام کو ملے۔ جنہوں نے نہایت عجیب عجیب اور پیارے فقرات بطور ریمارکس کہے۔ ایک پادری منش نے کہا۔ کہ تین سال گذرے ہیں۔ میں نے خواب دیکھا تھا۔ کہ مسیح آیا ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کے تیرہ شاگرد ہیں۔ اس نے کہا۔ کہ خلیفۃ المسیح کو دیکھ کر مجھے اپنا رویا یاد آ گیا۔ اور آج میں نے تین سال بعد اس کو پورا ہوتے دیکھ لیا۔ تعدد ازدواج۔ غلامی اور سود کے مسائل کھلے کھلے مگر نہایت حکیمانہ رنگ میں بیان کئے گئے۔ پریذیڈنٹ نے اپنے ریمارکس میں کہا۔ کہ آج کے تمام پرچوں میں سے آپ کا پرچہ اعلیٰ رہا ہے اور مبارکباد بھی دی۔ یہ بھی اس نے کہا تھا۔ کہ میری زندگی میں کم از کم کوئی اور ایسی زبردست تحریک نہیں ہوئی۔ اس تحریک کے امام نے قرآن شریف کے پوشیدہ رازوں کو نکالا ہے۔ اور اسلام کو ان کے ذریعہ سے ایک مدلّل مذہب کی صورت میں پیش کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

واپسی

حضور بدھ ازم کے متعلق لیکچروں کے سننے کے بعد شام سے پہلے ہی واپس تشریف لے آئے۔ ان لیکچروں میں نہ تو وہ وقار تھا۔ اور نہ ہی اس قدر حاضری تھی۔ جس قدر حضرت صاحب کے مضمون کے وقت تھی۔ لوگ ہنسی مذاق کرتے تھے حضور جب مکان پر واپس آ رہے تھے۔ تو ایک جنٹس عورت مذہب کی عیسائی جو معہ اپنی لڑکی لیکچر میں تھی۔ حضور کے پیچھے پیچھے دور تک آئی۔ کسی نے اس کے متعلق حضور سے عرض کیا۔ اور حضور ٹھہر گئے۔ اس سے پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ میں چاہتی ہوں۔ کہ آپ جمعرات کو میرے گھر پر چاء پئیں۔ حضور نے فرمایا۔ جمعرات کو تو حافظ صاحب کا لیکچر ہے۔ فرصت نہ ہوگی۔ اس نے عرض کی۔ آپ چاہے جس وقت آئیں۔ اور چاہے جتنی دیر ٹھہریں۔ مگر آئیں ضرور۔ اس نے درخواست ایسے پیارے الفاظ میں کی۔ اور پھر اصرار کیا۔ کہ آخر حضور نے منظور فرما لیا۔

انگریزی رسالہ کا اجراء

اس دن نماز عشاء پڑھانے کے بعد حضرت صاحب بیٹھ گئے۔ اور مقتدیوں کو بھی بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ اور بیٹھتے ہی حضرت نے فرمایا۔ کہ میرا ارادہ ہے۔ کہ جلد سے جلد رسالہ یہاں سے جاری کر دیا جائے۔ کانفرنس کے دنوں میں مذہبی احساس پیدا ہو گیا ہوگا۔ اور لوگوں کے دلوں پر ابھی تازہ تازہ اثر ہوگا۔ اس حالت میں ایک مذہبی رسالہ کا عام پسند ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اس وقت ہمارے دس کے قریب لکھنے والے یہاں موجود ہیں۔ جو لکھ سکتے ہیں یا وہ لکھیں۔ یا میں کچھ لکھتا ہوں۔ اس کا ترجمہ کر لیا جائے۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو اس رسالہ کا پہلا نمبر نکال دیا جائے۔ علمی مضامین بھی ہوں مثلاً سائیکالوجی یا علم الاخلاق پر۔

بچہ کے کان میں اذان

فرمایا۔ سائیکالوجی کی ایک مثال دیتا ہوں۔ مثلاً اسلام میں پیدائش کے وقت بچے کے کان میں اذان دیا جاتا ہے۔ اس کو لے کر موجودہ زمانہ کی علمی ترقی کے دلدادوں کو اس کا قائل کیا جاوے۔ کہ رسول کریمؐ نے آج سے ۱۳۰۰ سال پہلے اس امر کو معلوم کر کے اس کی تعلیم دی تھی۔

رسول کریم کے اخلاق

فرمایا۔ کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ رسول کریمؐ نے لوگوں میں اعلان کیا۔ کہ اگر مجھ سے کسی کو کوئی تکلیف پہونچی ہو۔ تو وہ مجھ سے بدلہ لے لے۔ ایک صحابی نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ مجھے آپ سے فلاں جنگ میں ایک تکلیف پہونچی ہے۔ آپ کی کہنی مجھے لگی تھی۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ اچھا پھر بدلہ لے لو۔ تم بھی کہنی مار لو۔ صحابی نے عرض کیا۔ حضور میرا بدن اس وقت ننگا تھا۔ اور آپ کا جسم تو کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے۔ آپ نے بدن ننگا کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اب بدلہ لے لو۔ تب اس صحابی نے آپ کے بدن کا وہ مقام چوم لیا جو ننگا تھا۔ اس صحابی نے حضور کی اس اجازت سے ایک موقع پا لیا۔ اور ایک لطف اٹھا لیا۔ یہ ایک واقعہ ہے۔ اور حقیقت میں یہ ایک سبق آموز بھی ہے۔ اور اس سے آنحضرتؐ کے اخلاق بھی پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اور اس طرح سے نہایت سادگی سے اسلام کی تبلیغ ہو سکتی ہے۔

شہرت

لنڈن کے سمجھدار طبقہ کے لوگ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی کو دیکھ کر حیران ہیں۔ اور اس کو آسمانی تحریک یقین کرتے ہیں۔ چوہدری محمد شریف صاحب کل ایک صاحب کو ملنے کے لئے گئے۔ جو سندھ کے ریونیو منسٹر رہ چکے ہیں۔ ان سے سلسلہ کا بھی ذکر آیا۔ تو وہ حیران ہو کر کہنے لگا۔ ۱۹۰۱ء میں تو اس سلسلہ کا ذکر ہندوستان میں بھی بہت کم سننے میں آتا تھا۔ مگر آج کل یہاں یورپ میں اس کا ایسا چرچا ہے۔ کہ جس جگہ جاؤ۔ اسی کا چرچا ہے۔

حضرت سے کرنل ڈگلس نے انٹرویو کے دوران میں بعینہٖ انہی الفاظ یا ان کے مترادف الفاظ میں ذکر کیا تھا۔ بلکہ وہ تو کہتے تھے۔ کہ میں تو جہاں ذکر آ جاتا ہے۔ اس سلسلہ کی ترقی کے ذکر کو اس کی تعریف میں بیان کیا کرتا ہوں۔

خدا کا فضل

خدا کا احسان ہے۔ اور اس کا فضل بھی کہ اس نے حضور کی یورپ میں تشریف آوری کو بہت ہی برکات کا موجب بنا دیا ہے۔ اور کم از کم سلسلہ کا تعارف ان ممالک میں ایسا ہو گیا ہے۔ کہ اب ہر کس و ناکس اس سلسلہ سے واقف ہو گیا ہے۔ بلکہ لوگوں پر رعب کا رنگ پایا جاتا ہے۔ لنڈن کے پریس نے اس امر میں سلسلہ کی ایسی خدمت کی ہے۔ کہ اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں پونڈ کے خرچ سے اور سینکڑوں مبلغین کی دن رات کی کوشش سے بھی شاید اس قدر چرچا اور شہرت نہ ہو سکتی۔ جس قدر کہ حضور کی تشریف آوری سے پریس کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔

امیر جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق جماعت لاہور کو مبارکباد

بھائی عبدالرحمٰن صاحب اپنے خط بنام جناب شیخ عبدالحمید صاحب لاہور جماعت احمدیہ لاہور کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔ آپ لوگوں کو مبارک ہو۔ کہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے اس سلسلہ تبلیغ میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ اور خدا کے حضور بڑے انعامات کے وارث ہوئے ہیں۔ حتّٰی کہ حضرت نے ایک مجمع میں لکھوئیری زبان کر کے سپرد کیا ہوا تھا۔ بہت ہی قابل رشک بزرگ ہیں۔ لوگ ولیوں کو گبنوں اور گودڑیوں میں تلاش کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ بے نظیر انسان اس انگریزی لباس میں چھپے ہوئے اور کھلے ولی اللہ ہیں۔ ان کے اوصاف کہاں تک لکھوں۔ اپنے خطوط میں جو قادیان جاتے ہیں تمام مختلف واقعات لکھ چکا ہوں۔ آپ کو مبارک اس لئے دی ہے۔ کہ وہ آپ کی جماعت کے امیر کی حیثیت سے لاہور کی جماعت کے لئے مجسم درخواست دعا کا کام کر رہے ہیں۔

(باہتمام محمد عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر شائع ہوا)